اداریہ

دعوے اور عمل

قیام پاکستان سے لیکر اب تک جتنی بھی سیاسی یا عسکری قیادت برسراقتدار رہی ہیں۔ان کے دعوے اور عمل کا اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو بڑی دلچسپ صورت حال سامنے آتی ہے۔بلکہ وہ تمام دینی یا سیاسی جماعتیں جو کبھی بھی ایوان اقتدار میں داخل نہ ہو سکیں ان کی حالت بھی ان سے مختلف نہیں۔

برسر اقتدار آنے سے پہلے اکثر سیاسی جماعتیں اپنی منشور کا اعلان کرتی ہیں۔ جن میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب لانے کے لئے بڑے بڑے دعوے ہوتے ہیں اور برسر اقتدار پارٹی پر شدید تنقید کرتے ہوئے عوام کو مراعات دینے‘ انکی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے‘ سستا اور جلد انصاف فراہم کرنے اور جان و مال کا تحفظ فراہم کرنے کا ایک پرکشش دعویٰ شامل ہوتا ہے۔

جب یہی پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو پھر بھی دعوؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مجرموں کو جلد گرفتار کرنے‘ اشیاء ضروریہ کو سستا کرنے‘ ترقیاتی کاموں کی جلد تکمیل کرنے کے دعوے شامل ہوتے ہیں۔ ملکی معیشت کو درست کرنے‘ وطن کو ناقابل تسخیر بنانے‘ تعلیم کو عام کرنے‘ صحت جیسی بنیادی سہولت کو ہر فرد کے لئے آسان بنانے کا دعویٰ بھی شامل ہوتا ہے۔لیکن عملی اعتبار سے صفر ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے یہ سب کام محض دعوؤں سے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے بلکہ اس کے لئے جدوجہد‘ خالص نیت اور سب سے بڑھ کر مالی وسائل کا ہونا ضروری ہے۔

برسر اقتدار لوگ وسائل اکٹھا کرنے کے لئے طرح طرح کے ٹیکس لگاتے ہیں اور اس کو وصول کرنے کے لئے پوری قوت اور اختیارات استعمال کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور حکم عدولی کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی کا دعویٰ شامل ہوتا ہے۔

جبکہ اقتدار سے باہر رہنے والے مخالف دعوے کرتے ہیں اور ٹیکس نہ دینے اور اسے ظالمانہ رویہ قرار دیتے ہیں۔

یہ کشمکش قیام پاکستان سے ہی چل رہی ہے اور نہ جانے کب تک رہے گی۔اس میں ایسے مواقع بھی آئے۔جو انتہائی مضحکہ خیز ثابت ہوئے۔

مثلاً بے نظیر بھٹو نے اپنے دور اقتدار میں G.S.T کا اعلان کیا تو نواز شریف نے مخالفت کی اور جب خود اقتدار میں آئے تو اس کے فوائد اور قوم کو اس کے ثمرات سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔لیکن جو راستہ خود تاجروں کو دیکھا چکے تھے۔ اس میں کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لہذا G.S.T وصول کرنے کا محض دعویٰ رہا اور عمل کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

اب جبکہ نواز شریف کی حکومت ختم ہو چکی ہے اور عسکری قیادت برسر اقتدار ہے۔معاملات جوں کے توں ہیں۔پاکستان کے مسائل بالخصوص معیشت کی زبوں حالی‘ دہشت گردی‘ امن و امان کے حل کے لئے یہ حکومت بھی محض دعوے کر رہی ہے۔ لیکن عملاً کچھ بھی نہیں۔بلکہ سابقہ حکومتوں کی نسبت موجودہ عسکری حکومت نے بہت زور آور دعوے کئے ۔ لیکن بے حد ناکامی ہوئی اور ہر محاذ سے پسپا ہونا پڑا۔ بنکوں کے نادہندگان سے رقوم وصول کرنے کی تاریخ 16 نومبر 99ء دی گئی اور ان کے خلاف ایکشن لینے کی مہم اس قدر تیز چلائی گئی کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ نہ جانے 16 نومبر کے بعد کیا ہو گا۔ لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ 16 نومبر آئی اور گزر گئی ۔ چند افراد پکڑے گئے اور ایک آدھ ارب روپیہ وصول ہو سکا‘ جو پکڑے گئے۔ ان میں سے بیشتر ضمانت پر یا مستقل رہا ہو چکے ہیں۔

اسلحہ پر پابندی اور ممنوعہ بور کے اسلحہ کے لائسنس منسوخ

کرنے کا دعویٰ کی بازگشت اب بھی سنائی دے رہی ہے۔ اس کا کیا کیا انجام ہوا یا ہوگا ہم سب کو معلوم ہے۔

اسمگل شدہ مال اور باڑہ مارکیٹوں کے خلاف کاروائی اور اس کے خلاف ڈیڈ لائن مقرر کی گئی۔ یہ دعویٰ بھی محض سمندر کی جھاگ ثابت ہوا اور صاحب کو سابقہ تنخواہ پر کام کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہی مال اور وہی مارکیٹیں پہلے سے زیادہ منظم طریقہ سے یہ کام کر رہی ہیں۔

اور اب G.S.T وصول کرنے اور سروے ٹیکس سکیم کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اور عسکری قیادت فوج کو استعمال کرنے کا بار بار اعلان کر رہے ہیں اور عملاً یہ کام جاری ہے لیکن نتیجہ کیا ہے کہ چند روز سے تمام شہروں میں کام بند ہے۔ حکومتی اقدام کے خلاف ہڑتال جاری ہے اور محسوس یہ ہوتا ہے کہ حکومت پسپائی اختیار کرے گی اور دعویٰ دھرا رہ جائے گا۔

ہم اس مختصر پس منظر کے بعد چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور اہل پاکستان' سیاسی' دینی جماعتوں کے قائدین' دانشوروں اور بالخصوص عسکری قیادت سے گذارش کریں گے کہ وہ اس پر ہمدردی سے غور فرمائیں اور پاکستان کو محض تماشہ یا تجربہ گاہ نہ بنائیں۔ بلکہ اسے ایک کامیاب ریاست بنانے کے لئے متفقہ لائحہ عمل مرتب کریں۔ اس کی تعمیر و ترقی امن وامان' دہشت گردی سے نجات اور بنیادی انسانی حقوق ایسے مسائل پر کم از کم ایسا طرز عمل اختیار کریں کہ جس میں صرف دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی نظر آئے۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے' طاقت کے گھمنڈ میں اختیارات کا ناجائز استعمال اور انتظامیہ کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کر کے ملک میں افراتفری نہ پھیلائی جائے۔

پاکستان میں بسنے والے تمام طبقوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وطن کے وجود سے ہماری زندگی ہے۔ ہمارے تمام مفادات اس سے وابستہ ہیں۔ بڑے بڑے لیڈر' قائدین' جرنیل' تاجر' صنعت کار اور سرمایہ دار کو اسی ملک نے یہ عزت بخشی ہے۔ اس ملک کے وجود کو برقرار رکھنا ہم سب کے مفاد میں ہے۔ بلکہ ہماری قومی' ملی اور دینی ذمہ داری ہے۔

یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں۔ جن میں ہم سب شریک ہیں۔ مثلاً ملک کی مضبوط معیشت' امن وامان' جان و مال کا تحفظ' دہشت گردی کا خاتمہ وغیرہ کم از کم ان مسائل میں سب کی سوچ ایک ہونی چاہئے۔ اقتدار میں ہوں یا نہ ہوں لیکن ان مسائل کے حل کے لئے ہمیں ایک دوسرے کا دست وبازو بننا چاہئے۔ ملک کی ترقی' ترقیاتی پروگرام' تعلیم' صحت' دفاع اور دیگر اہم کاموں کی تکمیل مضبوط معیشت کے بغیر ممکن نہیں اور حکومت یہ کام اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکتی۔ جب تک انہیں مکمل محصولات حاصل نہ ہوں۔ اس مد میں حکومت مختلف ٹیکس عائد کرتی ہے۔ اس کی شرح اور طریقہ کار پر الگ بحث ہو سکتی ہے۔ اس کے درست ہونے یا عدم درست پر رائے دی جا سکتی ہے اور باہمی مشوروں سے اسے قابل عمل بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ کوئی ایک فریق ہٹ دھرمی پر اترا رہے اور گفتگو کی بجائے محاذ آرائی شروع کر دی جائے۔ ہم یہاں اہل اقتدار کو یہ احساس دلائیں گے کہ وہ ٹیکس سروے کا کام باہمی مشوروں اور متوازن پالیسیوں کی روشنی میں شروع کریں اور نرم اور لچکدار رویہ اختیار کیا جائے۔ محض دعوے نہ کریں بلکہ قابل عمل طریقہ اختیار کریں۔

اسی طرح ہماری تاجر برادری سے گذارش ہے کہ وہ بھی اپنے رویوں میں نرمی پیدا کریں اور ایسا طرز عمل اختیار نہ کریں جس سے وطن عزیز کا نقصان ہو۔ حکومت کے ساتھ محاذ آرائی خصوصاً عسکری حکومت کے ساتھ کسی طرح بھی ملکی مفاد میں نہیں۔ اس کا فائدہ دشمن اٹھائے گا۔ ہماری فوج نہ صرف بدنام ہوگی بلکہ اس کا امیج خراب ہوگا اور یہی سب سے خطرناک پہلو ہے۔ جس پر ہم سب کو سر جوڑ کر غور کرنا چاہئے۔ ہماری آخری امیدیں فوج سے وابستہ ہیں۔ وہ جہاں سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔ وہاں ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کا بے حد احترام پایا جاتا ہے اور لوگوں میں ان کی وجاہت ہے۔ لیکن خدانخواستہ اگر اپنے دعوؤں کو عملی شکل نہ دے سکے تو پھر کبھی بھی لوگوں میں ان کا احترام نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کے بعد کبھی کوئی جمہوری حکومت کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

اس لئے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ ایوان اقتدار میں موجود تمام ذمہ داران اور اہل پاکستان کے تمام طبقے اس پہلو پر فوری غور فرمائیں اور محض دعوؤں پر نہ رہیں۔ بلکہ عملی صورت پیدا کریں۔ اس وطن کی ترقی اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی تمام ترصلاحیتیں بروئے کار لائیں اور آگے بڑھ کر پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں۔

اس کے لئے بہر حال حکومت کو پہل کرنی چاہئے' تاجروں کو اعتماد میں لیں اور تاجروں کو بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر یہ کام ہو سکتا ہے اور توقع کی جا سکتی ہے کہ پھر یہ محض

دعوے نہیں ہوں گے بلکہ عملی کام بھی ہوگا۔

مولانا یوسف لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال

پاکستان میں دہشت گردی بڑی تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے اور دہشت گرد آئے دن نئے انداز سے وارداتیں کر رہے ہیں۔ امن وامان کو تہ وبالا کرنے اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلانے کیلئے بڑی سنگین وارداتیں کی جاتی ہیں اور کسی نامور شخصیت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے قتل پر ہنگامے' مظاہرے 'لوٹ مار' آتش زنی جیسی صورت حال بھی پیدا ہو اور ملک میں افراتفری پھیل جائے۔

چند سال قبل پاکستان کے نامور صحافی اور دانشور مولانا صلاح الدین کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد مولانا حبیب اللہ مختار' ہمدرد فاؤنڈیشن کے بانی اور چیئرمین حکیم محمد سعید کو بھی دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ گذشتہ دنوں نواز شریف کے وکیل معروف قانون دان اقبال رعد کو قتل کیا گیا اور حال ہی میں ممتاز عالم دین مولانا یوسف لدھیانویؒ نائب امیر مجلس ختم نبوت کو شہید کر دیا گیا۔

قاتلوں کے بارے میں بعض اخبارات میں بڑی تفصیل سے ذکر کر دیا ہے اور پوری سازش کو بے نقاب بھی کیا ہے۔ یہ محض ایک حادثہ نہیں ہے بلکہ اہل پاکستان کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ وہ لوگ جو اس واقعہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ملوث ہیں۔ ان کی شدید خواہش ہے کہ پاکستان کا موجودہ آئین فی الفور ختم ہو تاکہ وہ من مانی کر سکیں۔

انہوں نے عمداً ایک ایسی شخصیت کو نشانہ بنایا۔ جس کی وجہ سے ملکی حالات خراب ہوں اور موجودہ عسکری قیادت مجبوراً مارشل لاء نافذ کرے۔ بلاشبہ مولانا موصوف کی شہادت سے پورے ملک میں شدید رد عمل ہوا۔ لیکن قائدین کی بصیرت اور عوام الناس نے بڑی دانشمندی کا مظاہرہ کیا اور حالات قابو میں رہے۔ خصوصاً عسکری قیادت بذات خود اظہار تعزیت کے لئے مولانا کے گھر چلے گئے۔ جس سے ایک اچھا تاثر ملا اور قادیانیت سے اپنی برأت کا کھلے لفظوں میں اظہار کیا۔ جس سے یقیناً سازشی عناصر کو بڑی مایوسی ہوئی ہوگی۔

ہم اس موقع پر اہل اقتدار حضرات کو بالخصوص اور عوام الناس کو بالعموم یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ وہ دہشت گردوں اور سازشی عناصر پر گہری نظر رکھیں اور کسی حالت میں بھی ان کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

حکومت کو اپنی ذمہ داری پوری دیانت داری سے ادا کرنی چاہئے اور دہشت گردی کے واقعات کی روک تھام کے لئے تمام وسائل بروئے کار لانے چاہئے۔ پاکستان میں اتنی ایجنسیوں کی موجودگی میں ایسے واقعات کا رونما ہونا بڑے افسوس کی بات ہے۔ جس کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے اور خاص کر مولانا یوسف لدھیانوی کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جانی چاہئے۔ تاکہ دہشت گردوں کی حوصلہ شکنی ہو۔

آخر میں ہم مولانا موصوف کی دین اسلام کے لئے خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

جامعہ سلفیہ کے سالانہ تعلیمی نظام الاوقات میں تبدیلی

دینی مدارس اور جامعات میں عموماً سالانہ نظام الاوقات شوال سے شروع ہو کر ماہ شعبان کو اختتام پذیر ہوتے ہیں اور رمضان المبارک کو سالانہ تعطیلات کی جاتیں ہیں۔ جن میں حفاظ تراویح سناتے ہیں اور دیگر طلبہ بعض پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں۔ جن میں دورہ تفسیر' دورہ نحو وغیرہ اور انتظامیہ عموماً اپنے اپنے اداروں کے لئے فراہمی چندہ کی مہم چلاتی ہے۔ سالانہ تعطیلات میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ رمضان المبارک میں سردیاں ہیں یا گرمیاں۔

لیکن اب بعض مدارس نے شدید گرمیوں میں تعطیلات کرنا شروع کر دی ہیں اور سالانہ نظام الاوقات کو تبدیل کر دیا ہے۔

جامعہ سلفیہ جسے ام الجامعات کا درجہ حاصل ہے نے گذشتہ دنوں اساتذہ کرام کے ایک اہم اجلاس میں ایک اہم انقلابی فیصلہ کیا ہے۔ جس کی توثیق رئیس الجامعہ نے بھی کر دی ہے کہ سالانہ تعلیمی نظام الاوقات تبدیل کر دیا جائے۔ سالانہ امتحان شعبان کی بجائے ذوالقعدہ میں لیا جائے اور تعلیمی سال کو سکولوں اور کالجوں کے نظام سے منسلک کر دیا جائے۔ میٹرک کے امتحان شروع ہونے سے پہلے سالانہ امتحان لیا جائے اور نیا داخلہ مارچ میں شروع کیا جائے۔ تاکہ مڈل اور میٹرک کے طلبہ امتحان دے کر جامعہ سلفیہ میں بروقت داخلہ لے سکیں اور جامعہ میں ان کی تعلیم متاثر نہ ہو۔ کیونکہ سابقہ نظام میں داخلہ شوال میں ہوتا ہے۔ مڈل و

بقیہ صفحہ نمبر ۲۵